مکی دور میں دعوتِ محمدی کے اسالیب

(تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

محمد انس حسان
لیکچرر، اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج جہانیاں، ملتان

Abstract

The preaching methodology of Muhammad (P.B.U) during makkan period

Seerat writers have divided the life of the Hazrat Muhammad (P.B.U) into two parts i.e makki and madni.The period of makki life covers 13 years and imporance of this part lies in the fact that it provides the basis of upcoming Islamic state.This article analyses the strategy adopted by the Holy Prophet to preach his religion through all the possible means and against all odds,subject to the situation.He handled the opposition through political dialogue and without the use of violence.He managed to gather enough number of followers which let him establish the Islamic state in Madinah.His principles of teaching were unflinching but his variablity in preaching techniques were evident.

Keywords: Seerat,Da'wat,Tableegh.

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ (۱)

"اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیے، اور لوگوں کو خبردار (ہوشیار، آگاہ) کیجیے۔"

پہلی وحی کے بعد اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی پیغمبرانہ وداعیانہ زندگی کا باقاعدہ اور منظم آغاز ہوگیا اور آپ ﷺ کو حکم دے دیا گیا کہ اب آپ ﷺ منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ کا کام لوگوں کو خبردار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں سیرت نگار آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) مکی زندگی (تیرہ سال)

(۲) مدنی زندگی (دس سال)

پھر یہ دونوں حصے مزید کئی مرحلوں پر مشتمل ہیں اور ہر مرحلہ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے دوسرے سے مختلف وممتاز ہے۔ آپ ﷺ کو اپنی پیغمبرانہ زندگی میں ان دونوں ادوار میں بے شمار کٹھن حالات اور چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دور کو تبلیغ کے حوالے سے سیرت نگار مزید تین مرحلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

☆ پس پردہ وخفیہ دعوت کا طریقہ (تین برس)

☆ اہل مکہ میں کھلم کھلا واعلانیہ دعوت وتبلیغ کا طریقہ (چوتھے سال نبوت کے آغاز سے دسویں سال کے اواخر تک)

☆ مکہ سے باہر یعنی بیرونی علاقوں میں طریقہ دعوت وتبلیغ (دسویں سال نبوت سے ہجرت مدینہ تک)

دعوت وتبلیغ کا خفیہ اسلوب

عرب کا علاقہ جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے تمام ادیان کا مرکز تھا تاہم لوگوں کی اکثریت بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ یہاں کے لوگ اپنے بتوں کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ کسی بھی دوسرے علاقے کی نسبت یہاں یعنی مکہ میں مقصد اصلاح وہدایت تک رسائی زیادہ دشوار تھی۔ اس لئے پہلے پہل دعوت وتبلیغ کے کام کو نہایت خاموشی وخفیہ انداز سے جاری رکھا گیا تاکہ اہل مکہ کے سامنے اچانک ایک ہیجان خیز صورت حال نہ پیش آ جائے، جو بعد میں دعوت کی راہ میں بڑی رکاوٹ ثابت ہو اور پھر وہ اس دعوت کو قبول کرنے سے یکسر انکاری ہو جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ اسی حکمت کے پیش نظر ان ابتدائی سالوں میں نہایت خفیہ طریقے سے ان لوگوں تک پہنچتے رہے جو محض دلیل وبرہان سے توحید کو قبول کرنے اور شرک سے اجتناب پر آمادہ ہو سکتے تھے او ساتھ ساتھ اس معاملے کی رازداری رکھنے کے لیے ان پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

(الف) اول اول اسلام قبول کرنے والے افراد

آپ ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے وہ افراد تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ انتہائی قربت کا تعلق رکھتے تھے۔ اگرچہ اس بات پر سیرت نگاروں کا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے اسلام کون لایا؟ (۲) تاہم اکثریت کے مطابق سب سے پہلے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر حضرت زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور متبنٰی تھے۔ اور بچوں میں آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا۔ (۳) یہ وہ افراد ہیں جن کو سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ ابتدائی دور میں آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز کلمہ توحید کے پرچار سے کیا اور اس دور میں قرآنی

احکامات کے نفاذ کی بجائے خدا کی وحدانیت پر سب کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ قرآن بھی اسی طریقۂ تبلیغ کی طرف متوجہ کرواتا ہے۔ ارشاد پاک ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (۴)

''اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''

یعنی اس پوری کائنات میں صرف اللہ ہی ہر چیز کا مختار کل ہے۔ اس لئے اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو اور صرف اسی کا حکم مانو۔ تمام انبیاء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ ﷺ کی ابتدائی دعوت بھی مضمون توحید کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

(ب) خفیہ دور میں دعوت کے بنیادی نکات

ابتدائی تین سالوں میں آپ ﷺ کی دعوت جن بنیادی نکات کی حامل رہی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ★ لوگ توحید پر ایمان لائیں۔ سب کی بندگی چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی بندگی اختیار کریں اور اسی کے حکم کو واجب الاتباع قانون تسلیم کریں۔
- ★ آپ ﷺ کو اللہ کا رسول مانیں اور اس آئین و قانون کی اطاعت کریں جو اللہ کی طرف سے اور آپ ﷺ کے ذریعہ پہنچا ہے۔
- ★ قرآن کو اللہ کا کلام مانیں اور اس کے فرمان کو ہمیشہ کیلئے واجب الاطاعت تسلیم کریں۔
- ★ آخرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھتے ہوئے دنیا میں کام کریں کہ آخر کار مرنے کے بعد انہیں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔
- ★ اخلاق حسن و قبح کے ان ناقابل تغیر اصولوں کی پیروی اختیار کریں جو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب نے پیش کیے ہیں۔
- ★ انسانوں میں سے جو لوگ بھی اس دعوت کو قبول کر لیں وہ ایک ایسی امت بن جائیں جو اس دعوت کی علمبردار بن کر اٹھے۔ اس کو غالب کرنے کے لیے جان و مال کی بازی لگا دینے پر تیار ہو جائے تا کہ پس میں پوری طرح متحد ہوں اور اپنا ایک مستقل معاشرہ بنا کر کفر اور کفار سے ذہنی محبت اور عملی معاشرت کے تعلقات توڑ دے۔

(ج) دار ارقم بحیثیت مرکز دعوت و تبلیغ

ابن اسحاق کے مطابق ابتدائی دور میں آپ ﷺ اپنی قوم اور قبیلہ سے پوشیدہ پہاڑوں میں اپنے جانثاروں کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پس ایک روز سعد بن ابی وقاصؓ چند صحابہ کے ساتھ مکہ کی ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یکا یک چند مشرکوں نے ان کو دیکھ لیا اور ان کو ان کی نماز پڑھنی نہایت ناگوار گزری اور ان کو بہت برا بھلا کہا اور لڑنے کو تیار ہو گئے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک مشرک کا سر پھوڑ ڈالا یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا۔ (۵) اس واقعے کے بعد آپ ﷺ نے کوہ صفا کے قریب حضرت ارقم بن ابی ارقم مخزومی کے مکان کو دعوت و تبلیغ کا مرکز قرار دیا۔ چونکہ یہ مکان خانہ کعبہ سے قریب تھا اس لیے مسلمان یہیں جمع ہوتے اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے اور جو نئے لوگ اسلام لانا چاہتے انہیں بھی یہیں لایا جاتا تھا۔ (۶)
شعب ابی طالب کی محصوری تک اسی کو دعوت اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ دار ارقم کو اعلانیہ تبلیغ کے زمانے میں بھی مسلمانوں کے مرکز تبلیغ کی حیثیت حاصل رہی اور ہجرت مدینہ تک مسلمان وہیں اکٹھے ہوتے تھے۔

(د) خفیہ دور میں دعوت و تبلیغ کے کام کا جائزہ

اگر دیکھا جائے تو اس دور تبلیغ میں آپ ﷺ کی تبلیغی مساعی سے صرف آپ ﷺ کے قریبی افراد ہی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے جیسا کے بعض محققین کا خیال ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی افراد کی ایک کثیر تعداد ہمیں ملتی ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔ ان افراد میں صرف خاندان قریش کے ہی افراد شامل نہ تھے بلکہ غیر قریش ہموالی، غلام اور لونڈیاں بھی شامل ہیں جو اس دور کی خفیہ و پس پردہ تبلیغی مساعی کے نتیجے میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان افراد کے ناموں اور ان کے قبائل کی فہرست درج ذیل ہے۔

- ★ **بنو ہاشم بن عبد مناف بن قصی:** ایک مرد حضرت جعفر بن ابی طالب اور چار عورتیں یعنی کل پانچ افراد۔ ان عورتوں میں سے تین یہ تھیں، اسماء بنت عمیس، صفیہؓ بنت عبد المطلب اور اروی بنت عبد المطلب۔
- ★ **بنو مطلب بن عبد مناف بن قصی:** ایک مرد حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب یعنی ایک فرد۔
- ★ **بنو عبد شمس بن مناف بن قصی بن کلاب:** چھ مرد بشمول بنی امیہ بن عبد شمس، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت خالد بن سعید اور چار عورتیں، کل دس افراد۔
- ★ **بنو عبد الدار بن قصی بن کلاب:** چار مرد بشمول حضرت مصعب بن عمیر، ابوالروم بن عمیر، فراسؓ بن النضر، جہم بن قیس، کل چار افراد۔
- ★ **بنو عبد العزی بن قصی بن کلاب:** پانچ مرد (بشمول حضرت زبیر بن عوام) کل پانچ افراد۔
- ★ **بنو عبد قصی بن قصی بن کلاب بن مرہ:** ایک مرد حضرت طلیب بن عمیر (جو آنحضرتؐ کی پھوپھی اروی بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے) ایک مرد۔
- ★ **بنو زہرہ بن کلاب مرہ:** چودہ مرد بشمول حضرت عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود، مقداد بن عمرو اور خباب بن ارت اور شرحبیل بن حسنہ اور دو عورتیں یعنی کل سولہ افراد۔
- ★ **بنو تیم بن مرہ بن کعب:** تین مرد بشمول حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور صہیبؓ بن سنان، حارث بن خالد اور تین عورتیں یعنی کل چھ حضرات۔
- ★ **بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب:** بارہ مرد بشمول، حضرت ابوسلمہ، ارقم بن ابی ارقم، عیاش بن ابی ربیعہ اور عمار بن یاسرؓ اور تین عورتیں بشمول سمیہ مادر عمار بن یاسرؓ کل پندرہ افراد۔
- ★ **بنو عدی بن کعب بن لوی:** تیرہ مرد بشمول حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت زید بن خطاب اور دو عورتیں بشمول فاطمہ بنت خطاب۔ یعنی کل پندرہ افراد۔
- ★ **بنو جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی:** نو مرد بشمول حضرت عثمان بن مظعون، قدامہ بن مظعون، عبد اللہ بن مظعون سائب بن عثمان بن مظعون، معمر بن الحارث بن معمر اور دو خواتین یعنی کل گیارہ افراد۔
- ★ **بنو سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی:** پندرہ مرد بشمول حضرت خنیسؓ بن حذافہ، عبد اللہ بن حذافہؓ، ہشام بن العاصؓ بن

وائل حارثؓ بن قیس، بشیرؓ بن حارث، معمرؓ بن حارث، قیس بن حذافہ ابوقیس بن الحارث، عبداللہ بن الحارث، سائب بن الحارث۔

★ **بنو عامر بن لوئی بن غالب بن فہر:** سات مرد (بشمول حضرت ابوسبرہ بن حرہم آپ ﷺ کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے، سکران بن عمرو ام المومنین حضرت سودہؓ کے پہلے شوہر اور حضرت ابن ام مکتوم اور تین خواتین (بشمول حضرت سودہ بنت زمعہ ام المومنین) کل دس افراد۔

★ **بنو حارث بن فہر بن نضر بن مالک:** چھ مرد (بشمول حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ و سہیل بن بیضاء) کل چھ مرد۔

★ **غیر قریش کے افراد:** دو مرد (جحش بن ادرع اسلمیؓ اور مسعودؓ بن ربیعہ) کل دو مرد۔

★ **غلام اور باندیاں:** تین مرد (حضرت بلالؓ بن رباح، حضرت ابوفکیہہؓ یسار الجہمی، اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ، اور چار خواتین زنیرہؓ رومیہ، حمامہؓ، لبینہؓ، ام عبیسؓ) کل سات افراد۔

یوں ان ابتدائی مسلمانوں کی تعداد ایک سو اڑتیس بنتی ہے۔ اس دور میں تبلیغ کا کام انفرادی طور پر چلتا رہا کیونکہ حالات اس قدر سازگار نہ تھے کہ لوگوں کو اعلانیہ اس کی طرف پکارا جاتا۔ دوسری طرف سورہ مدثر کی ابتدائی آیات کے بعد وحی کی آمد میں ایک تسلسل اور گرم رفتاری آ گئی اور اسی دوران اہل ایمان کی ایک جماعت تیار ہو گئی جو سچے ایمان اور جذبہ اخوت و تعاون سے لبریز تھی۔ جو خود بھی پیغام الٰہی پر عمل فرما رہی تھی اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلا رہی تھی۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے مطابق اس (خفیہ دور) کے بعد وحی الٰہی نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو مکلف کیا گیا کہ اپنی قوم کو کھلم کھلا دین کی دعوت دیں۔ ان کے باطل سے ٹکرائیں اور ان کے بتوں کی حقیقت واشگاف کریں۔ (۷) گویا یوں اسلام کی دعوت پہلے دور سے نکل کر دوسرے دور جو کہ ''اعلانیہ دعوت و تبلیغ کا دور'' کہلاتا ہے میں داخل ہو گئی۔

دعوت و تبلیغ کا اعلانیہ اسلوب

سورہ الاعراف میں ارشاد پاک ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (۸)

''اے محمدؐ! کہہ دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں''۔

حکمت تبلیغ کے تقاضوں کے مطابق پہلے آپ ﷺ کو خفیہ دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ اس خفیہ دور تبلیغ میں اگرچہ آپ ﷺ کی دعوت کی سن گن مشرکین کو ہو چکی تھی اور ایک دو واقعات (مثلاً نماز کی ادائیگی وغیرہ) نے دعوت اسلام کا کچھ چرچا پھیلا دیا تھا۔ مگر اہل مکہ یہ سوچ کر مطمئن و بے سکون تھے کہ اسلام کے ماننے والوں میں کوئی بھی ایسا بڑا لیڈر نہیں ہے جو مذہبی و قومی منصب پر مامور ہو سکے۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نیا دین ایک شوشہ ہے اور چند نوجوانوں کا سر پھرا پن ہے۔ چار دن کے بعد دماغوں سے ہوا نکل جائے گی اور پھر سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ مگر یہ ان کے ناقص دماغوں کی فضول سوچ تھی۔ آپ ﷺ کا خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ کا دور تقریباً ابتدائی تین چار سال پر مشتمل تھا۔ اس طریقہ دعوت کے بعد اللہ نے آپ ﷺ کو کھلم کھلا اور اعلانیہ دعوت دینے اور تمام

انسانوں کو ہدایت پہنچانے کی ذمہ داری سونپ دی۔

(الف) کنبے و خاندان کو دعوت تبلیغ

دوسرے دور تبلیغ کا آغاز اس حکم ربانی کے ساتھ ہوا کہ آپ ﷺ پہلے اپنے خاندان والوں کو دعوت ہدایت دیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۹)

"اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ، اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ"۔

اس حکم خداوندی کی روح یہ تھی کہ پہلے اپنے خاندان والوں اور اپنے رشتہ داروں کو حق کی طرف پکارو۔ ان کو گمراہی سے نکالنا تمہارا اولین فرض ہے۔ چنانچہ جس طرح ایک نبی نے اپنی قوم کے لیے نمونہ بننا ہوتا ہے اسی طرح اس کے خاندان کو بھی اپنی قوم میں ایک نمونے کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سی مثالیں ہیں جہاں پہلے انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے حوالے دیے۔ مثلاً حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے سود کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا "وان ربا العباس بن عبد المطلب موضوع کلہ" (۱۰) [سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ بن عبد المطلب کا سود ساقط کرتا ہوں]۔ گویا دوسروں سے آغاز نہ کیا پہلے اپنوں کی اصلاح کی۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ کو چوری کی سزا سناتے وقت بھی یہی کہا کہ "وایم اللہ لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت لقطع محمد یدہا" (۱۱) [اللہ کی قسم اگر میری اپنی بیٹی فاطمہ بنت محمد بھی یہ عمل کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹتا]۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں یہ حکمت بھی پوشیدہ تھی کہ رشتہ داروں کا ایک دوسرے پر حق ہوتا ہے۔ پس اس حق کی ادائیگی کی یہ صورت ہے کہ اگر تم خود ہدایت یافتہ اور حق پر ہو تو انہیں بھی حق کی طرف بلانا تمہارا فرض اولین ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں صلہ رحمی کی تلقین کی گئی ہے اور قطع رحمی کو ناپسند ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں ارشاد ہوا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (۱۲)

"اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو"۔

پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کو آگ کے عذاب سے بچانے کے لیے پہلے انہیں تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ معتبر روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے قرابت داروں سے کہا کہ نجات صرف اپنے ذاتی اعمال کی بنا پر ملے گی۔ میری رشتہ داری تمہیں عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ چنانچہ میری دعوت حق کو قبول کرو اور ہدایت کا رستہ اختیار کرو۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

قال رسول الله حين انزل عليه: (وانذر عشيرتك الاقربين) يا معشر قريش اشتروا انفسكم من الله، لا اغنى عنكم من الله شيئاً يا بنى عبد المطلب، لا اغنى عنكم من الله شيئاً يا عباس بن

عبد المطلب، لا اغنی عنک من الله شیئاً یا صفیة عمة رسول الله، لا اغنی عنک من الله شیئاً یا فاطمة بنت رسول الله سلینی ماشئت، لا اغنی عنک من الله شیئاً۔ (۱۳)

"رسول اللہ ﷺ پر جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قریش! اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچاؤ کے لیے نیک اعمال کے بدلے اپنی جانوں کو خرید لو۔ میں عذاب الٰہی سے بچانے میں تمہارے کوئی کام نہیں آ سکوں گا۔ اے اولاد عبدالمطلب! میں تمہارے بھی کسی کام نہیں آ سکوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں عذاب الٰہی سے بچانے کے لیے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔ اے صفیہ! میں عذاب الٰہی سے بچانے کے لیے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔ اے فاطمہؓ بنت محمدؐ! مانگ لو مجھ سے جو جی چاہے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچانے کے لیے کسی کام نہیں آ سکوں گا"۔

(ب) رشتہ داروں کو دعوت تبلیغ

آپ ﷺ نے اپنے خاندان والوں اور رشتہ داروں کو دعوت دین دینے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا۔ وہ تقریباً تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ تمام کتب سیرت میں ملتا ہے۔

خاندان والوں کی پہلی دعوت طعام

آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے ابوطالب کے مکان میں اپنے خاندان والوں کو جمع کیا جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی اور اس دعوت طعام میں حضرت علیؓ نے کھانا تیار کیا۔ سیرت نگاروں کے مطابق اس کھانے میں بکری کی ایک ٹانگ جس کے ساتھ ایک مد یعنی تقریباً سوا رطل گیہوں اور ساڑھے تین سیر دودھ تھا۔ (۱۴) چنانچہ ایک بڑے برتن میں اسے رکھ کر دوسروں کو نوش کرنے کے لیے پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کے نام کے ساتھ کھائیے"۔ سبھی لوگوں نے یہ کھانا سیر ہو کر کھایا اور جب کھانے سے فراغت ہوئی تو آپ ﷺ نے ان لوگوں سے بات چیت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس سے قبل ہی ابولہب کہنے لگا:

"یہ تمہارے چچا اور چچازاد بھائی موجود ہیں۔ جو کچھ چاہو کہو مگر دین سے پھرنے کی بات نہ کرو۔ تم کو جان لینا چاہیے کہ تمہاری قوم تمام عرب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اور تمہارا ہاتھ پکڑنے اور تمہیں روکنے کے سب سے زیادہ حق دار تمہارے اپنے خاندان کے لوگ ہیں اگر تم اس بات و کام پر قائم رہے تو تمہیں روکنا ان کے لیے اس سے زیادہ ہلکی بات ہے کہ تم پر قریش کے دوسرے خاندان ٹوٹ پڑیں اور عرب ان کی مدد کریں۔ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ جو اپنے خاندان والوں پر اس سے زیادہ سخت آفت لایا ہو۔ جو تم لائے ہو"۔ (۱۵)

اس طریقہ سے ابولہب نے پہلی دعوت کو ناکام کر دیا اور آپ ﷺ کو کچھ کہنے اور پیش کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور خاندان کو منتشر کر دیا۔

تبلیغ کے لیے دوسری مرتبہ دعوت طعام

پہلی مرتبہ دعوت طعام میں آپ ﷺ کو دین حق پیش کرنے اور عذاب الٰہی سے بچانے کی تلقین کرنے کا موقع ہی نہ دیا گیا۔ چند روز خاموشی سے گذر گئے پھر جبرائیل امین آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ آپ ﷺ دین حق کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا معاون و مددگار رہوگا۔ اس لئے آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ پھر اپنے خاندان و قریبی رشتہ داروں کو اپنے پاس بلایا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو گذشتہ دعوت کی طرح حضرت علیؓ نے کھانا پیش کیا جب تمام افراد کھانے سے سیر ہو گئے تو اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

یا بنی عبد المطلب انی و اللہ ما اعلم شاباً من العرب جاء قومہ بافضل مما جئتکم بہ انی قد جئتکم بامر الدنیا و الآخرۃ۔۔۔فایکم یو ازرنی علی ہذا الامر۔(۱۶)

"اے بنی عبدالمطلب !واللہ میرے علم کے مطابق کوئی عرب جوان مجھ سے بہتر پیغام نہیں لایا۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کے احکام لے کر آیا ہوں۔۔۔۔تم میں سے کون اس کام میں میرا مددگار ہوگا۔

(ج) خاندان قریش اور عربوں کو دعوت و تبلیغ

اعلانیہ اور کھلم کھلا دعوت و تبلیغ میں تبلیغ کا دوسرا طریقہ جو آپؐ نے اختیار کیا وہ اپنے خاندان کو دعوت دینے کے بعد کا مرحلہ تھا۔ وہ قریش کے دوسرے تمام خاندانوں اور عام عربوں کو تبلیغ کرنا تھا۔ آپ کو اپنے خاندان کی طرف سے مثبت جواب نہ ملا تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ اب آپ ﷺ دعوت و تبلیغ کا کام ختم کر دیں۔ بلکہ اللہ کا منشاء اس سے مختلف تھا۔ اب اللہ نے فرمایا کہ تم اپنے خاندان کی فکر چھوڑو اور اب سب کو علی الاعلان دعوت حق دو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۷)

"پس اے نبی ﷺ جس چیز کا آپ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اسے کھول کر بیان کریں اور شرک کرنے والوں کی ذرا پرواہ نہ کیجئے"۔

کوہ صفا کا وعظ اور قریش کو دعوت عام

اس حکم الٰہی کی تکمیل کے لیے آپؐ سرگرم عمل ہو گئے۔ اور اس کے لیے لائحہ عمل بھی تشکیل دے دیا گیا۔ جس کا ذکر معتبر احادیث و روایات میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً بخاری کی روایت ہے:

عن ابن عباس ، قال : لما نزلت(و انذر عشیرتک الاقربین) صعد النبی ﷺ علی الصفا فجعل ینادی:(یا بنی فہر یا بنی عدی)لبطون قریش۔حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ماھو فجاء ابو لہب و قریش فقال: ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلاً بالوادی ترید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی ؟قالوا نعم ما جربنا علیک الا

صدقنا، قال: فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید، فقال ابو لھب: تبالک سائر الیوم، الھذا جمعتنا؟ فنزلت: (تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنه ماله وما کسب)۔ (۱۸)

''حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ آیت ''وانذر عشیرتک الاقربین'' جب نازل ہوئی تو نبیؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر با آواز بلند قریش قبائل کو پکارنا شروع کیا۔ اے بنی فہر، اے بنی عدی وغیرہ حتی کہ وہ جمع ہو گئے۔ جو آدمی خود نہ جا سکتا تھا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ صورتحال کا جائزہ لے اور ابو طالب سمیت قبیلہ قریش کے اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ ''بتاؤ کہ اگر تمہیں میں اس بات کی خبر دوں کہ اس وادی میں لشکر جرار تم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بالکل تیار کھڑا ہے۔ تو کیا میری بات کو سچ تسلیم کرو گے؟ وہ سب بولے ہاں۔ ہم نے آپ کو اپنے تجربے میں ہمیشہ سچا اور راست گو ہی پایا۔ آپؐ نے فرمایا ''میں عذاب شدید کی آمد سے پہلے تمہارے لیے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ اس پر ابولہب بولا۔ تیرا ستیاناس جائے آج تو نے ہمیں اس لیے جمع فرمایا ہے؟ اس موقع پر (تبت یدا ابی لھب) نازل ہوئی''۔

......دعوت و تبلیغ کا رد عمل

آپ ﷺ اپنی قوم کے خیر خواہ و ہمدرد تھے۔ آپ نے ان کو آگاہ کرنے اور آگ کے عذاب سے بچانے کے لیے ہر ممکن طریقے سے دین حق کی تبلیغ کی مگر انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ دوسروں کو بھی سننے کا موقع نہ دیا۔ اہل قریش نے آپ ﷺ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور آپ ﷺ کو دیوانہ مشہور کر دیا۔ (۱۹) مگر آپ ﷺ دلبرداشتہ نہ ہوئے بلکہ ارشاد خداوندی: ''واعرض عن المشرکین'' (۱۹) (اور مشرکین سے درگذر کیجئے) پر عمل کیا اور باقاعدہ طور پر تبلیغ کا اعلان و آغاز کر دیا۔

آپ ﷺ کی دعوت کا رد عمل یہ ہوا کہ قریش نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت پر ظلم و ستم کا آغاز کر دیا۔

......نبی کریم ﷺ پر ظلم و ستم

نبی کریم ﷺ پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی۔

- ★ ایک روز آپ ﷺ حطیم میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اتنے زور سے کھینچا کہ گلا گھٹنے لگا اور حضرت ابو بکرؓ نے آ کر آپ ﷺ کی جان بچائی۔ (۲۰)
- ★ ایک دفعہ قریش نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کی حمایت کے لیے آئے تو قریش آپ ﷺ کو چھوڑ کر ان سے دست و گریباں ہو گئے۔ (۲۱)
- ★ ابولہب کی بیوی ام جمیل راتوں کو خاردار درختوں کی ٹہنیاں لا کر رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر ڈال دیتی تھی۔ (۲۲)

اس دشمنی کی وجہ اہل قریش نے یہ بتائی کہ یہ ہمارے معبودوں میں عیب نکالتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کو گمراہ کہتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے دین کی تبلیغ کرے تو بے شک کرتا رہے مگر ہمارے معبودوں میں عیب نکالنا اور ان کی بے عزتی کرنا چھوڑ دے۔

......با اثر خاندانی افراد پر ظلم وستم

اس دشمنی و عناد میں صرف آپ ﷺ کو ہی مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بلکہ قریش نے آپ کے پیروکاروں کو بھی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے جرم میں اذیت و تکلیف سے دوچار رکھا۔ عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ محض کمزور لوگ ہی قریش کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ بعض خاندانی افراد بھی قریش کی بربریت کا شکار ہوئے۔ وہ افراد جن کو خاندانی عصمت و منزلت کے باوجود ظلم کا نشانہ بنایا گیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ★ حضرت ابوبکرؓ کو حق گوئی کی پاداش میں پاؤں سے روندا گیا اور عتبہ بن ربیعہ نے انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؓ کے چہرے پر اتنا مارا کہ سارا منہ سوج گیا اور ناک خون میں چھپ گئی۔ (۲۳)
- ★ حضرت عثمانؓ کے چچا حکم آپ کو کچے چمڑے میں لپیٹ کر اور رسی سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیتے تھے۔ کچے چمڑے کی بدبو اور اس پر عرب کی چلچلاتی دھوپ میں حضرت عثمانؓ کی تکلیف کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (۲۴)
- ★ حضرت ابوذر غفاریؓ نے جب بیت اللہ میں آ کر بآواز بلند کلمۂ حق سنایا تو اہل قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور حضرت عباسؓ کو بیچ میں پڑ کر انہیں چھڑانا پڑا۔ (۲۵)
- ★ حضرت مصعب بن عمیرؓ جب مائل بہ اسلام ہوئے تو آپ کی اپنی سگی ماں نے آپ پر ظلم شروع کر دیا اور آپ کا دانہ پانی بند کر کے آپ کو گھر سے بے دخل کر دیا۔ دربدری اور حالات کی شدت نے آپؓ کی کھال اوھیڑ دی بالکل ایسے جیسے سانپ اپنی کینچلی اتارتا ہے۔ (۲۶)

......بے کس غلاموں پر ظلم وستم

سب سے زیادہ دردناک مظالم تو اسلام لانے پر غلاموں، لونڈیوں اور موالی پر توڑے گئے جن کا مکہ میں کوئی پشت پناہ نہ تھا۔ ایسے چند افراد کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔ جن پر بے دردی سے ظلم و تشدد کیا گیا۔

- ★ حضرت بلالؓ کو گرم کنکریوں پر لٹا کر اذیت دی جاتی۔ کنکریاں اتنی شدید گرم ہوتیں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی ان پر رکھا جائے تو ان کی حرارت سے پک جائے۔ (۲۷)
- ★ حضرت یاسرؓ تو مشرکوں کی ایذاؤں کے نتیجے میں شہید ہو گئے اور حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے برچھی مار کر شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون تھیں۔ ان کے بیٹے حضرت عمارؓ زندہ تھے۔ ان کو پانی میں غوطے دیے جاتے لوہے کی زرہیں پہنا کر انہیں عرب کی چلچلاتی دھوپ میں ریت پر لٹا دیتے تھے۔ (۲۸)
- ★ حضرت خباب بن الارتؓ نے جب اسلام قبول کیا تو ام انمار نے آپ کو سخت ایذائیں پہنچائیں۔ ان کے بال کھینچے جاتے، گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں میں لٹایا گیا۔ (۲۹)
- ★ ابوفکیہ جہنی کے ایمان لانے پر صفوان بن امیہ نے انتہائی مظالم ڈھائے۔ وہ آپ کو دوپہر کے وقت کوئلوں کی طرح دہکتی آگ پر پیٹھ کے بل لٹاتا اور ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا۔ ریت کی گرمی، دھوپ کی تپش اور وزنی پتھر سے آپ کی زبان منہ

سے باہر نکل جاتی۔(۳۰)

مگر یہ تمام حربے اور تکلیف و اذیت دینے کے تمام طریقے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت کے عزم صمیم کے سامنے دم توڑتے گئے۔ آپ ﷺ نے مشرکین کی کوئی پروا نہ کی اور اپنے فرض منصبی تبلیغ و دعوت کی انجام دہی میں سرگرم عمل رہے۔ یوں دوسرا دور تبلیغ جو تقریباً تقریباً چھ سال نبوت کے آغاز سے دسویں سال کے آخر تک محیط تھا، پہلے طریقہ تبلیغ سے یکسر مختلف رہا۔ اس دور میں آپ ﷺ نے تبلیغ کے کام میں جس قدر گرم جوشی اور سبقت روی دکھائی اتنی ہی آپ ﷺ کو مخالفت اور قریش کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑا جب آپ مکہ میں دعوت و تبلیغ کے کام سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے مکہ سے باہر تبلیغ کرنے کا ارادہ و قصد فرمایا۔

......اعلانیہ دور کی دعوت و تبلیغ کے کام کا جائزہ

دوسرا دور تبلیغ جس میں بے شمار اہم واقعات رونما ہوئے۔ اس دور میں اسلام مضبوط بھی ہوا اور مسلمانوں کو دشمنی و عناد کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس دور کے اہم واقعات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام

حضرت حمزہؓ آپ کے چچا تھے۔ انہوں نے آغاز اسلام میں نہ تو حضور ﷺ کی تصدیق فرمائی اور نہ ہی آپ ﷺ کی مخالفت پر آمادہ نظر آئے۔ بلکہ ایک خاموش رویہ اختیار کیے رکھا۔ حضرت حمزہؓ اہل قریش میں ایک نہایت مضبوط اور بہادر شخص تھے اور آپ کے قبول اسلام نے اسلام کو تقویت بخشی۔ ابن ہشام نے حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔(۳۱)

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بارے میں بے شمار روایات ملتی ہیں جن میں بیشتر میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضورؐ کی یہ خواہش تھی کہ آپ اسلام قبول کر لیں۔ مثلاً ایک روایت ہے:

> عن ابن عباس ان النبی ، قال : اللهم اعز الاسلام بابی جهل بن هشام او بعمر بن الخطاب۔(۳۲)
>
> ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن خطابؓ کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما''۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال ذی الحجہ میں چھبیس سال کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس کے بعد آپ اسلام کے تحفظ کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ آپ کا اسلام دعوت دین میں مددگار ثابت ہوا۔

......بیت اللہ میں اعلانیہ عبادت

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے بعد اسلام پھیلنے لگا اور مسلمانوں نے بیت اللہ میں اعلانیہ طور پر عبادت کرنا شروع کر دی۔ بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ اس دور میں بھی لوگوں میں اعلانیہ تبلیغ کرتے تھے جب حضرت

ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور سعید بن زید خفیہ تبلیغ کرتے تھے۔ (۳۳) اس حوالے سے ایک روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

> كان اسلام عمر فتحاً و كانت هجرته نصراً و كانت امارته رحمة ولقد رأيتنا و ما نستطيع ان نصلي في البيت حتى اسلم عمر فلما اسلم عمر قاتلهم حتى تركونا فصلينا۔ (۳۴)
>
> "عمرؓ کا اسلام فتح تھی، ان کی ہجرت مدد تھی۔ اور ان کی خلافت رحمت تھی، ہم نے اپنی وہ حالت دیکھی ہے کہ عمرؓ کے اسلام لانے تک ہم لوگ بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جب عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے لوگوں سے جنگ کی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی"۔

......حبشہ میں اسلام کا فروغ

اعلانیہ و کھلم کھلا طریقہ تبلیغ کے نتیجے میں فروغ اسلام میں تیزی اور گردش آ گئی۔ اس دور میں قریش کے ظلم و ستم کے نتیجے میں پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ (۳۵) اس کے نتیجے میں حبشہ میں بھی اسلام متعارف ہوا اور نجاشی (شاہ حبشہ) سمیت حبشہ کے متعدد لوگ بھی اسلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس دور میں جہاں سازشوں عداوت کی فضا گرم رہی، وہیں فروغ اسلام میں بھی بہتری رہی اور لوگوں نے اعتماد کے ساتھ اپنے جاننے والوں کو تبلیغ و دعوت حق دینا شروع کر دی۔

......شعب ابی طالب میں محصوری

جب قریش کے تمام حربے ناکام ہو گئے اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا اور تمام قریش نے ل ایک نوشتہ تحریر کیا جس میں بنو ہاشم سے ہر طرح کا بائیکاٹ کا اعلان درج تھا اور اس معاہدے کو منصور بن عکرمہ نے تحریر کیا تھا۔ (۳۶) تین سال تک مسلمانوں کا بائیکاٹ جاری رکھا گیا اور اس اثناء میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور رفیقہ حیات حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ لیکن آپ ﷺ ان سخت حالات اور محصوری کی حالت میں بھی نہ گھبرائے اور حج کے ایام میں اس گھاٹی سے باہر نکلتے اور دین حق کی دعوت دیتے رہے۔

اس دور میں آپ ﷺ کی تبلیغی حکمت عملیوں کے ذریعے حق کا پیغام پھیلتا گیا اور یہ انقلاب چپکے چپکے بڑی شخصیتوں کے دلوں کو تسخیر کرنے لگا۔ لیکن اس دور کے آخر تک آپ ﷺ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب مزید یہاں سعید و نیک روحیں نہیں رہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کو اب مکے سے باہر اس کے دور و نزدیک علاقوں اور قبائل تک پہنچانے کا عزم کیا۔

دعوت و تبلیغ کا عمومی اسلوب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ۝ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۳۷)
>
> "انہوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہم پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے"۔

آپ ﷺ نے اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے بعد مکہ اور عرب کے لوگوں میں عام دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا اور جب تک آپ ﷺ مکہ میں مقیم رہے تقریباً دس سال ہر جگہ لوگوں کو قرآن سناتے اور اللہ کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ اس دعوت کو روکنے کے لیے مشرکین نے ہر طرح سے کوششیں کیں۔ مگر یہ تمام مشکلات و مصائب دعوت وتبلیغ کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ کوئی بھی طاقت آپ ﷺ کو اتمام حجت کے کام سے باز نہ رکھ سکی۔ (۳۸) آپ ﷺ نے نہ صرف ان قبائل عرب کو جو مکہ میں آتے تھے دعوت دی بلکہ آپ خود بھی مکہ سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے اور ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے اور مختلف بازاروں و میلوں میں سفر کر کے تبلیغ و دعوت کا کام سر انجام دیتے۔ آپ ﷺ نے نجی مجلسوں اور حرم کعبہ میں مجالس قریش کے ذریعے بھی دعوت کا کام جاری رکھا۔ اس حوالے سے درج ذیل امور پر بات کی جاتی ہے:

- ★ قبائل عرب کے ساتھ آپ ﷺ کا دعوتی اسلوب
- ★ بازاروں و میلوں میں آپ ﷺ کا دعوتی اسلوب
- ★ وادی طائف میں آپ ﷺ کا دعوتی منہج و اسلوب
- ★ حرم کعبہ میں مجالس قریش کے ذریعے دعوت وتبلیغ

(الف) قبائل عرب کے ساتھ آپ ﷺ کا دعوتی اسلوب

کتب سیرت میں ان بے شمار قبائل کا ذکر ملتا ہے جن کو آپ ﷺ نے ایام حج میں دعوت وتبلیغ دی۔ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ جائزہ لیا جائے کہ آپ ﷺ نے ان قبائل عرب کے سامنے خود کو کس طریقے سے پیش کیا اور انہیں کن کن امور کی طرف دعوت دی اور مزید یہ کہ آپ ﷺ کی دعوت کے نتیجے میں قبائل عرب نے کس قسم کا رویہ اختیار کیا؟ اور آپ ﷺ کی دعوت کے کیا نتائج بر آمد ہوئے؟

عرب میں مستقل آبادیاں بہت کم تھیں اکثر قبیلے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جہاں کہیں بھی مویشیوں کے لیے چارہ اور پانی مل جاتا وہیں ڈیرے ڈال دیتے تھے نبی کریم ﷺ ان خانہ بدوش قبائل کا پتہ لگاتے اور جہاں یہ قبائل اترتے آپ ﷺ وہیں پہنچتے اور تبلیغ فرماتے۔ آپ ﷺ کی اسی کوشش کے باعث یمن و نجد اور حجاز کا کوئی قبیلہ باقی رہ گیا ہوگا جن کو توحید و رسالت کی دعوت نہ دی گئی ہو۔ ان میں تبلیغی اسفار میں سے اکثر میں حضرت ابوبکرؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کے مکی دور کے تبلیغی اسفار مندرجہ ذیل ہیں:

......قبیلہ کندہ کو دعوت اسلام

کندہ ایک قحطانی قبیلہ تھا اس قبیلے کا سلسلہ نسب ایک شخص ثور تک پہنچتا ہے۔ کندہ بن عفیر بن الحارث کے نام سے یہ "کندہ" کہلاتا تھا۔ اپنی آبادی کے لحاظ سے کندہ عرب کے سب سے اہم قبائل میں سے ایک تھا۔ ان کی ابتداء حضر موت کے قریب کے پہاڑوں میں ہوئی۔ یمن حضر موت سے ہجرت کرنے کے بعد کندہ بنو معد بن عدنان کے علاقہ حجاز میں آباد ہو گیا۔ (۳۹)

آپ ﷺ نے اس قبیلے کے سردار "ملیح" کو اسلام کی دعوت پیش کی مگر تمام قبیلے نے آپ ﷺ کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کے نتیجے میں ایمان و اسلام قبول کرنے کا آغاز فتح مکہ کے بعد ہوا۔ البتہ اس سے قبل انفرادی طور پر بعض لوگ حلقہ بگوش اسلام ضرور ہوئے جن میں اس وقت کے حاکم اشعث بن قیس بھی شامل تھے جو اگرچہ بہت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے مگر ۱۰ ہجری میں اسی افراد کے وفد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے۔(۴۰)

……قبیلہ کلب کو دعوت اسلام

ایک اور قبیلہ جس کی طرف آپ ﷺ دعوت اسلام لے کر گئے وہ قبیلہ کلب تھا۔ سیرت نگاروں کے مطابق قبیلہ کلب قضاعہ کی ایک شاخ تھا، جس کا علاقہ شمالی عرب میں دومۃ الجندل سے تبوک تک وسیع تھا۔ آپ ﷺ بنی کلب کے ایک خانوادہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کا نام بنی عبداللہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کے سامنے ایمان باللہ کو پیش کیا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور فرمایا:

انا اللہ عز و جل قد احسن اسم ابیکم۔(۴۱)

"اے بنی عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام بڑا خوبصورت (عبداللہ) رکھا ہے"۔

آپ ﷺ کا بنی عبداللہ سے اس طریقے سے بات کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ تم از کم اپنے باپ کے عمدہ نام کی لاج رکھتے ہوئے معبودان باطل کی بندگی چھوڑ دو اور اللہ کے بندے بن جاؤ مگر اس قبیلہ نے بھی اس وقت دعوت اسلام کو قبول نہ کیا۔ اجتماعی طور پر نہ سہی مگر انفرادی طور پر چند ایک افراد آپ پر ایمان لائے۔ مثلاً دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ، حضرت ضب ؓ، قطن بن سفیرؓ اور حضرت عثمانؓ کی اہلیہ نائلہ کلبیؓ کے اسمائے گرامی کے بارے میں صراحت ملتی ہے کہ وہ اس دور میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ سریہ دومۃ الجندل (شعبان ۶ھ۔ دسمبر ۶۲۷ء) میں اس قبیلے کے سردار حضرت اصبغ بن عمرو کلبیؓ نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو اکثر قبیلہ ان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گیا جبکہ باقی ماندہ فتح مکہ کے بعد اسلام کوش ہوا۔(۴۲)

……قبیلہ بنی شیبان کو دعوت اسلام

آپ ﷺ قبائل کا دورہ فرماتے ہوئے قبیلہ بنی شیبان بن ثعلبہ بھی پہنچے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ اس موقع پر اس قبیلے کے سردار مفروق بن عمرو سمیت چند دوسرے معزز افراد جن میں ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک بھی موجود تھے۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ نے مفروق کو مخاطب کر کے بات کا آغاز کیا اور پوچھا کہ کیا تمہیں یہ اطلاع مل چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے؟ مفروق نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہی وہ نبی ہیں۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہی وہ ہادی کونین ہیں۔ پھر اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ اے برادران قریش! تمہارا مدعا کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

ادعوکم الی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و انی رسول اللہ و ان تؤوونی وتمنعونی وتنصرونی حتی أودی عن اللہ الذی أمرنی بہ فان قریشاً قد تظاہرت علی امر

الله و کذبت رسوله و استغنت بالباطل عن الحق۔(۴۳)

''میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میری مدد کرو تا کہ جو دین اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے دیا ہے میں اس کی تبلیغ کرنے کا حق ادا کر سکوں کیونکہ قریش نے حکم الٰہی کے خلاف بغاوت کی اس کے رسول کو جھٹلایا اور حق کو چھوڑ کر باطل کو پسند کیا ہے۔''

اس کے بعد مفروق نے مزید دریافت کیا اور کہا کہ کچھ اور پیش کیجئے؟ تو آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۴۴)

''آپ فرمائیے! آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے قتل نہ کرو۔ رزق دینے والے ہم ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی۔ اور بے حیائی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ خواہ جو ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہے۔ اور جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اس کو بغیر حق کے (بلاوجہ) قتل نہ کرو۔ یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کا حکم اللہ نے دیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو''۔

یہ آیات سن کر اس قبیلے کے تمام معزز افراد نے قرآن کی فصاحت و بلاغت کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ مگر اس کے بعد مفروق، ہانی بن قبیصہ مثنیٰ اور تقریباً سب نے ایک ہی رائے بیان کی کہ مدتوں کے خاندانی دین کو پہلی ہی نشست میں یکسر چھوڑ دینا اور آپ ﷺ کی پیروی پر آمادگی کا اظہار کرنا یہ قطعاً مناسب نہیں۔ آپ ﷺ کو بہتر طریقے سے معلوم ہے کہ ہم دو پانیوں کے درمیان رہتے ہیں ان میں سے ایک طرف یمامہ اور دوسری طرف ساوہ، اور اس کے علاوہ ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں اور ہمارا ان سے معاہدہ بھی ہو چکا ہے کہ ہم کسی اور کے زیر اثر ہرگز نہ آئیں گے۔ ان کے جواب پر آپ ﷺ نے ان لوگوں کی سچائی کو سراہا کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی تکذیب نہ کی اور قرآن کو نہیں جھٹلایا بلکہ صرف قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی جنگ ایرانیوں سے ہوئی اور ذوقار کے مقام پر جو فرات سے قریب ہے معرکہ ہوا۔ جنگ کے دوران انہوں نے آپ ﷺ کے اسم مبارک کو اپنا جنگی شعار بنایا ہوا تھا اور اس کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوئی اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔(۴۵)

......قبیلہ بنو بکر بن وائل کو دعوت اسلام

وائل کا شمار عرب کے افرادی طاقت اور فوجی قوت کے لحاظ سے بڑے قبیلوں میں ہوتا تھا۔ اس کے کئی خاندان تھے جو بذات خود قبیلے بن چکے تھے۔ ان کی ذیلی شاخوں میں بنو بکر، بنو تغلب اور بنو شیبان نمایاں تھیں۔ بنو بکر ان کی اہم شاخ تھی۔ اس قبیلے

کے لوگ یمن سے عراق کے قریب حیرہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ جبکہ ان کا اصل اور مرکزی علاقہ بحرین اور حیرہ کے درمیان واقع تھا۔ (۴۶) آپ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اس قبیلے کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنو بکر بن وائل کے نام آپ ﷺ کا ایک مکتوب بھی موجود ہے جس میں آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی۔ ایک اور مکتوب عدی بن شرحبیل کے نام ہے جن کے بارے میں محققین کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسی دور میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی طرح فرات بن حیان کے بارے میں تو صراحت سے معلوم ہے کہ وہ نہ صرف اس دور میں مسلمان ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے اسلام کے لیے بہت خدمات بھی سرانجام دیں۔ (۴۷) اس قبیلہ نے اجتماعی طور پر اگرچہ اس وقت تو اپنی جنگی مصروفیات کے باعث اسلام قبول نہیں کیا مگر بعد کے حالات میں آپ ﷺ کی باتوں کی سچائی کو دیکھ کر وہ قبول اسلام پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ جنگ کے خاتمہ اور فتح کے بعد قبیلہ بنو بکر بن وائل کا ایک وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، جس میں بشیر ابن الخصاصیہ، عبداللہ بن حارثہ، حسان ابن حوط، اور عبداللہ بن اسود، یمامہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے اپنا سارا مال فروخت کر دیا اور ہجرت فرما کر دربار نبوی میں حاضر ہو گئے۔ (۴۸)

......بنو عامر بن صعصعہ کو دعوت اسلام

بنو عامر کا قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ قیس عیلان کی شاخ تھا۔ آپ ﷺ کی دو ازواج حضرت زینبؓ بنت خزیمہ اور حضرت میمونہ بنت حارث کا نسبی تعلق بنو عامر بن صعصعہ کے خاندان بنو ہلال سے تھا۔ (۴۹) بنو عامر کا سردار اس وقت بحیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام پر کریم ﷺ سے پوچھا۔ بھلا ہم اگر تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آجائے تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے گا میرے بعد اسے مقرر کرے گا بحیرہ بولا: خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اڑائے۔ جاؤ ہم کو تیرے کام سے کوئی سروکار نہیں۔ (۵۰) اس وقت تو نہیں البتہ بعد میں یعنی فتح مکہ کے بعد اس قبیلے کے تین سردار عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ آپ ﷺ کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ان میں سے عامر اور اربد تو جاہ کے طالب تھے اور اسلام سے محروم رہے (۵۱) مگر جبارؓ نے متعدد لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ ابن سعد نے بنو عامر اور اس کے ذیلی خاندانوں کے کم وبیش آٹھ وفود کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے چھ بنو کلاب اور اس کے مختلف گھرانوں سے آئے تھے۔ (۵۲)

......قبیلہ بنو حنیفہ کو دعوت اسلام

قبیلہ بنو حنیفہ ایک طاقتور قبیلہ تھا جو یمامہ کے زرخیز و شاداب خطے میں آباد تھا اور اس قبیلہ کا سردار مسیلمہ کذاب (یہ وہی شخص تھا جس نے بعد میں چل کر جھوٹی نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا) تھا۔ موسم حج میں آپ ﷺ قبیلہ بنو حنیفہ کے پاس بھی تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ اہل طائف سے بھی بڑھ کر برا سلوک کیا۔ ابن ہشام کے مطابق صلح حدیبیہ کے فوراً بعد قبیلہ بنو حنیفہ میں اسلام اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس کا آغاز بنو حنیفہ کے ایک ممتاز سردار ثمامہ بن اثال حنفی کے قبول اسلام سے ہوا تھا اور مزید یہ کہ اس قبیلے کا ایک وفد ۹ ہجری میں بھی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، جو سترہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ (۵۳) حضرت ثمامہ بن اثالؓ اولاً مسلمانوں کے ہاتھوں قید

ہو کر مدینہ آئے تھے لیکن تین دن قید رہنے کے بعد آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اس قید کے عرصے میں وہ مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے اور واپس تشریف لے گئے بعد میں جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت کے خلاف طعن وتشنیع کے تیر برسائے تو حضرت ثمامہ نے انہیں دھمکی دی کہ وہ یمامہ سے مکہ آنے والے اناج کی ترسیل روک دیں گے اور انہوں ایسا عملاً کر کے بھی دکھایا اور بعد میں مشرکین نے اس سلسلے میں جب آپ ﷺ کی سفارش کرائی تو رسد بحال ہوئی۔ (۵۴) ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ثمامہ بن اثال اور بنو حنیفہ کے ایک اور سردار ہوذہ بن علی کو خطوط بھیجے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ (۵۵)

......قبیلہ بنی ثقیف کو دعوت اسلام

اس کے بعد آپ ﷺ نے قبیلہ بنی ثقیف سے ملاقات فرمائی اور ان کے سامنے دین اسلام کی دعوت پیش کی مگر اس قبیلے نے اسلام کو قبول کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس موقع پر آپ ﷺ کی تردید کرنے میں بھی پیش پیش رہا۔ تاہم کتب سیرت میں انفرادی طور پر اس قبیلے کے بعض افراد کے قبول اسلام کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ بنو ثقیف کے پہلے مسلمان حضرت عامر بن غیلان اور ان کے والد ماجد تھے۔ ان کے تھوڑے عرصہ بعد کے زمانے میں حضرت عروہ بن مسعود عمرو بن امیہ ان کے بیٹا زاد حکم بن عمرو، ابو عبید بن مسعود اور ان کے بھائی سعد اور ابو محجن ثقفی کا ذکر ملتا ہے۔ (۵۶) ایک روایت میں ذکر ملتا ہے کہ اس قبیلے کا ایک وفد ۹ ہجری میں دس افراد سے زیادہ اشخاص پر مشتمل وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ ان افراد میں عبد یالیل ان کے دو بیٹے کنانہ اور ربیعہ، شرحبیل بن غیلان، عثمان بن ابی العاص، حکم بن عمرو، عثمان بن ابی العاص، اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ شامل تھے۔ (۵۷) ان کے آنے کی خبر سن کر آپ ﷺ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ان کا یہ مطالبہ تھا کہ انہیں لات وعزیٰ کو مسمار کرنے کا پابند نہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ مطالبہ قبول کیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو اس کا پابند کیا۔ اس وفد کی آمد کے فوراً بعد پورا قبیلہ ثقیف مسلمان ہو گیا تھا۔ (۵۸)

......قبیلہ خزرج کو دعوت اسلام

نبوت کے گیارہویں سال آپ ﷺ ذی الحج کے موقع پر مقام عقبہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات خزرج کے چند آدمیوں سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے اپنی نبوت کا اظہار کرتے ہوئے دعوت اسلام پیش کی۔ قبیلہ خزرج مدینہ میں اہل کتاب یعنی یہودیوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اہل کتاب صاحب علم تھے۔ اور اپنے علم کی بنیاد پر وہ جانتے تھے کہ عنقریب ایک نبی برحق دنیا میں آنے والا ہے اور یوں خزرج کے افراد بھی یہ بات جانتے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا کہ شاید یہ وہی نبی ہے جس کا ذکر اہل کتاب کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آؤ ہم اس پر ایمان لے آئیں کہ کہیں یہودی اس معاملہ میں ہم پر سبقت نہ لے جائیں۔ اس واقعہ کو "بیعت عقبہ اولیٰ" کہا جاتا ہے کیونکہ جب خزرج کے افراد نے قبول اسلام کیا تو آپ ﷺ نے ان سے چند باتوں پر بیعت لی تھی۔ اس وقت ان افراد کی تعداد سات تھی۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، عامر بن عبد حارثہ، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر اور جابر بن عبد رباب۔ (۵۹) اگلے سال

موسم حج میں اسی قبیلہ کے مزید بہتر افراد آئے اور انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ اس قبیلے کے اسلام قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ آپ ﷺ کی آمد اور فضائل سے پہلے ہی سے آگاہ تھے۔

......قبیلہ بنو عبس کو دعوت اسلام

زمانہ حج میں یہ قبیلہ جمرۃ الاولیٰ کے سامنے منیٰ کے میدان میں خیمہ زن تھے۔ آپ ﷺ ان کے پاس اسلام کی دعوت لے کر پیش ہوئے۔ اس وقت حضرت زید بن حارثہؓ آپ کے ساتھ تھے۔ قبیلہ بنو عبس نے بھی دوسرے قبائل کی طرح دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص میسرہ بن مسروق العبسی نے اپنی قوم کو قبول اسلام پر آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ رضامند نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے مسروق کو نیک فطرت کو جانتے ہوئے خیال کیا کہ شاید وہ اسلام قبول کرلے مگر اس نے اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کروں تو میری قوم میری دشمن ہو جائے گی۔ اور ایک فرد کی بغیر قوم کے کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ میں اپنی قوم کے ساتھ واپس جاؤں گا۔ (۶۰) اس کے بعد آپ ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے اور حج کے اختتام پر یہ قبیلہ بھی اپنے گھروں کو لوٹ گیا۔ لیکن بعد از ہجرت اس قبیلے کے کافی افراد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ابن سعد کے مطابق ۹ ھ میں ایک وفد جو دس افراد پر مشتمل تھا اور اس کا تعلق قبیلہ بنو عبس سے تھا مشرف بہ اسلام ہوا اور آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں میسرہ بن مسروق، حارث بن ربیع، قنان بن دارم، بشر بن حارث بن عبادۃ، ہدم بن مسعدہ، سباع بن زید، ابوالحصن بن لقمان، عبداللہ بن مالک، فروہ بن الحصین بن فضالہ اور طلحہ بن عبیداللہ۔ (۶۱)

......قبیلہ بنو فزارہ کو دعوت اسلام

یہ قبیلہ نہایت ہی سرکش اور زورآور مشہور تھا۔ عیینہ بن حصن کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ آپ ﷺ اس قبیلہ کے پاس بھی اسلام کی دعوت لے کر گئے مگر چونکہ اس وقت ابولہب بھی آپ کے تعاقب میں تھا۔ اس لیے اس قبیلے نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کے قبیلہ کے افراد آپ ﷺ کے حالات زیادہ جانتے ہیں۔ (۶۲) یعنی ان کے کہنے کا یہ مقصد تھا کہ جب تمہارے اپنے قبیلے نے تمہاری دعوت کو مسترد کر دیا ہے تو دوسرے قبائل تمہاری دعوت کیونکر قبول کریں۔ ۹ ہجری میں جب آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو اس قبیلہ کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں تقریباً ۱۴ افراد شامل تھے۔ ان تمام لوگوں نے اسلام قبول کیا اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کے شہروں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے علاقے قحط کا شکار ہیں۔ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ کھیت خشک و بنجر پڑے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی اور اللہ نے آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ (۶۳)

......قبیلہ بنی مرہ کو دعوت اسلام

ان کے جد امجد کا نام "مرہ" تھا۔ یہ قبیلہ بنو فزارہ کا حلیف تھا۔ آپ ﷺ نے اس قبیلے کے افراد کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دی مگر دوسرے قبائل کی طرح انہوں نے بھی اس وقت آپ ﷺ کو نا امید ہی لوٹا دیا۔ ۹ ہجری میں بنو فزارہ کی طرح بنو مرہ کے افراد جن کی تعداد تقریباً تیرہ تھی، وفد کی شکل میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کے قائد حضرت

حارث ابن عوف نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ کی قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم لوی ابن غالب کی اولاد ہیں۔ ہم پشیمان ہیں اور اب قبول اسلام کے خواہاں ہیں۔ آپ ﷺ مسکرائے اور ان کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! قحط کی وجہ سے ہماری حالت بہت خستہ حال ہے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت بارش کی دعا مانگی اور انہیں انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔(۶۴)

......قبیلہ بنو سلیم کو دعوت اسلام

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مشرقی علاقے میں بنو سلیم کا قبیلہ آباد تھا۔ آپ ﷺ کی تین دادیاں بنو سلیم سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان سب کا ایک ہی نام "عاتکہ" تھا۔(۶۵) مشہور بت عزی بنو سلیم کا بت مانا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے بھی اسلام کی دعوت پیش کی۔ گو بعد میں ان کا جواب دیگر قبائل سے مختلف نہ تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تمہارا اپنا قبیلہ قریش جس نے تمہیں تسلیم نہیں کیا تو ہم تمہاری دعوت کیونکر قبول کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس رفتہ رفتہ انفرادی طور پر چند افراد اسلام سے متاثر ہونے لگے۔ تاہم اجتماعی طور پر اس قبیلے کے اکثر افراد نے قبول اسلام تقریباً صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں کیا۔(۶۶)

آپ ﷺ کی اس تگ و دو کا نتیجہ کچھ زیادہ حوصلہ افزا تو نہیں تھا مگر یہ ضرور ہوا کہ لوگ اسلام اور اس کی تعلیمات سے واقف ہو گئے۔ یہی چیزیں بعد میں ان قبائل کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ بنیں۔ بعض قبائل کے افراد نے اسلام کو اول وقت میں قبول کیا اور آپ ﷺ کے پاس مکہ میں رہ گئے جبکہ بعض قبائل واپس چلے گئے اور ان لوگوں نے بھی اپنے اپنے قبیلے میں جا کر آپ ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں بتایا۔ گویا آپ ﷺ کے اس عمل سے اسلام کی کرنیں مکہ سے نکل کر دور دور قبائل عرب کے اصل ٹھکانوں تک پہنچ گئیں اور آہستہ آہستہ ان علاقوں میں قبول اسلام کیلئے راہ ہموار ہونے لگی۔

(ب) تجارتی منڈیوں اور میلوں میں آپ ﷺ کا دعوتی اسلوب

جزیرہ عرب میں گنتی کے چند شہر تھے۔ جن میں مکہ اور طائف بہت مشہور اور کافی اہمیت کے حامل تھے۔ ان کے علاوہ کوئی باقاعدہ شہر نہ تھے۔ بلکہ عربوں کی آبادی وسیع و عریض صحراؤں میں بکھری ہوئی تھی۔ کہیں کہیں کوئی علاقہ یا گاؤں دکھائی پڑتا تھا۔ نیز قبائلی عصبیتوں کے باعث راستے خطرات و مشکلات سے پر تھے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا قدرے مشکل تھا۔ چنانچہ صورتحال کے پیش نظر سرداران قبائل نے باہمی مشاورت سے تجارتی منڈیوں کے جگہ جگہ قیام کا بندوبست کیا تا کہ تاجر اور صنعت کار اپنی اپنی مصنوعات لے کر وہاں پہنچ جائیں اور علاقہ کے گردونواح میں آباد لوگ ان منڈیوں میں آ کر اپنی ضرورت کی اشیاء خرید لیں۔ ان طے شدہ مقامات پر جتنے دن کے لیے تجارتی منڈیاں لگائی جاتی تھیں اتنے عرصے تک لوگوں کو ان کی جان و مال کے تحفظ کی ضمانت بھی دی جاتی تھی۔ اس عرصے میں صرف تاجر ہی ان منڈیوں میں اکٹھے نہ ہوتے تھے بلکہ دوسرے بہت سے لوگ دیگر کئی مقاصد کے لیے یہاں جمع ہوتے۔ مثلاً اس اجتماع میں شعراء اپنے قصائد سے اور خطباء اپنی فصاحت و بلاغت سے لوگوں کو محظوظ کرتے تھے۔ عرب کے متعدد مقامات پر یہ میلے و منڈیاں منعقد ہوتی تھیں مگر ان میں سے تین میلے زیادہ اہمیت کے حامل تھے۔ ان میں "عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ" کے میلے زیادہ مشہور تھے۔(۶۷) نیز یہ تینوں محل وقوع کے اعتبار سے مکہ سے زیادہ دور نہیں تھے اور ان کے

منعقد ہونے کی تاریخیں بھی ایسی تھیں جو فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آنے والے زائرین کے لیے بڑی آرام دہ تھیں۔ لوگ ان میلوں میں کافی تعداد میں اکٹھے ہوتے تھے، محفلیں منعقد کرتے اور داد و تحسین وصول کرتے تھے۔ جس طرح آپ ﷺ ایام حج میں مختلف مقامات اور علاقوں سے آئے ہوئے قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دیتے تھے بالکل اسی طرح آپ ﷺ عرب میں مختلف مقامات پر منعقد ہونے والے میلوں میں جہاں دور دراز کے قبائل جمع ہوتے تھے، ان کو بھی دعوت اسلام دیتے تھے۔

(الف) عکاظ کا میلہ

عربوں کے ہاں یہ قاعدہ تھا کہ وہ حج کے زمانے میں ایک ماہ تک "عکاظ" میں قیام کرتے تھے۔ عربوں کا سب سے بڑا میلہ اسی مقام پر لگا کرتا تھا، جو اونٹ کی رفتار کے مطابق طائف سے ایک دن اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ (۶۸) اس میلے میں خرید و فروخت کے ساتھ ساتھ شاعری اور خطابت کے مقابلے ہوتے تھے۔ یہاں پر قبائل کے آپس کے جھگڑے بھی طے پاتے تھے اور غلاموں کو آزاد کروانے کے لیے فدیہ بھی یہیں پر طے کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس میلے میں تشریف لے جاتے اور خدا سے بیزار انسانوں کو دعوت توحید دیتے اور ان کو اسلام سے متعارف کرواتے۔

عرب ایک آزاد اور جنگجو قوم تھی اور دوسروں پر حکومت کی خواہاں تھی۔ چنانچہ اس موقع پر آپ ﷺ نے ان کو ان کی خواہش فطرت کے مطابق اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کے اس طریقہ کو ابن سعد نے نقل کیا ہے:

يا ايها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا۔ (۶۹)

"اے لوگو! کہو لا الہ الا اللہ فلاح پا جاؤ گے۔"

جب آپ ﷺ میدان عکاظ میں لوگوں کو تبلیغ فرما رہے ہوتے تو ابولہب آ کر آپ ﷺ کی مخالفت شروع کر دیتا۔ چنانچہ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی دعوت کی طرف مائل ہونا بھی چاہتے وہ اپنی رائے تبدیل کر لیتے کہ اس شخص پر اگر اس کے اپنے قبیلے کے لوگ ایمان نہیں لاتے تو ہم کیسے لائیں۔

(ب) مجنہ کا میلہ

عربوں کے ہاں ایک دوسرا میلہ جہاں لوگ جوش و خروش سے اکٹھے ہوتے تھے وہ "مجنہ" کا میلہ تھا۔ مجنہ ایک پہاڑ کا نام ہے اور یہ میلہ یہاں ذی القعدہ کے آخری دس دن لگا کرتا تھا۔ (۷۰) قبائل عرب یہاں بیس دن تک قیام کرتے تھے۔ آپ ﷺ عکاظ کی طرح موسم حج میں یہاں بھی تشریف لاتے اور لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت رکھتے۔ ابن سعد نے آپ ﷺ کے الفاظ نقل کیے ہیں:

يا ايها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا وتملكوا بها العرب و تذل لكم العجم و اذا امنتم كنتم ملوكا في الجنة۔ (۷۱)

"اے لوگو! کہو لا الہ الا اللہ فلاح پا جاؤ گے اور اس کلمے کی بدولت عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجم تمہارا مطیع ہو جائے گا۔ اور جب تم ایمان لے آؤ گے تو جنت میں تم بادشاہ ہو گے"۔

ابولہب یہاں بھی آپ کا پیچھا کرتا ہوا پہنچ جاتا اور کہتا کہ اس کی بات نہ مانو اور وہ آپ ﷺ پر طرح طرح کے ظلم کرتا اور اذیت پہنچاتا مگر اس سب کے باوجود وہ آپ ﷺ کو تبلیغ اسلام سے باز نہ رکھ سکا۔

(ج) ذی المجاز کا میلہ

ذی الحج کے پہلے آٹھ دنوں میں منیٰ اور عرفات کے درمیان ذی المجاز کا آخری میلہ لگتا تھا۔ یہ جگہ عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔(۷۲) ایک صحابی رسول فرماتے ہیں کہ:

رأیت رسول اللہ ﷺ بسوق ذی المجاز وھو یقول: یا أیھا الناس قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ واذا رجل خلفہ یسفی علیہ التراب واذا ھو ابو جھل۔(۷۳)

میں نے آپ ﷺ کو ذوالمجاز کے میلے میں یہ فرماتے ہوئے سنا: "کہو! کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ایسا کہو گے تو دونوں جہانوں میں فلاح پاؤ گے۔ اس دوران آپ ﷺ کے پیچھے سے ایک شخص مسلسل آپ ﷺ پر مٹی ڈال رہا تھا اور وہ ابوجہل تھا۔

آپ ﷺ نے بازاروں اور میلوں میں جا جا کر نہایت جانفشانی سے اسلام کی تبلیغ کی مگر یہاں بھی لوگوں کا ردعمل قبائل عرب سے زیادہ مختلف نہ تھا۔ بعض نے نہایت احترام سے معذوری ومجبوری کا اظہار کیا مگر بعض ظلم وزیادتی سے بعض نہ رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں ہر قسم کے ردعمل کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے دونوں صورتوں میں حلم وبردباری کا دامن تھامے رکھا اور کسی کے بارے میں بری سوچ کا اظہار نہ فرمایا۔

(ج) وادی طائف کا تبلیغی سفر اور آپ ﷺ کا دعوتی اسلوب

جب اہل مکہ سے کوئی امید باقی نہ رہی تو آپ ﷺ نے مکہ سے باہر دوسرے بندگان خدا کے کانوں میں توحید کی آواز پہنچانے کے لیے وادی طائف کا سفر کیا۔ یہی وہ سفر ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھ پر ایک دن تمام زندگی کے دنوں سے بھاری گذرا اور وہ دن طائف کا دن تھا۔ اس سلسلے میں بے شمار روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے:

ان عائشہ زوج النبی ﷺ حدثتہ، انھا قالت لرسول اللہ: یا رسول اللہ ھل اتی علیک یوم کان اشد من یوم احد فقال: لقد لقیت من قومک وکان اشد ما لقیت منھم یوم العقبۃ۔(۷۴)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا آپ ﷺ پر احد کے دن سے زیادہ شدید اور سخت دن بھی گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری قوم سے مجھے دکھ پہنچے ہیں مگر عقبہ کے روز مجھ پر جو گزری وہ اس سے زیادہ شدید ترین تھی"۔

آپ ﷺ نے شوال ۱۰ نبوی کو طائف کا سفر کیا اور اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھی زید بن حارثہؓ تھے۔ طائف پانچ ہزار

فٹ کی بلندی پر ایک سرسبز و شاداب مقام ہے جو مکہ سے مشرق کی طرف ۷۲ میل دور ہے۔ طائف انگور، انجیر، انار اور پھلوں کی وجہ سے مشہور تھا۔(۷۵) طائف میں مضری قبیلے قیس غیلان کی شاخ بنو ثقیف رہتی تھی۔ وادی طائف قدرت کی مہربانیوں کا ایک جیتا جاگتا ثبوت تھا مگر یہاں کے سردار دولت کی فراوانی اور قبائلی عصبیت کے باعث نہایت سرکش اور متکبر تھے آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ مکہ سے وادی طائف تک کا سفر پیدل طے کیا جس میں ایک مہینہ لگ گیا۔ طائف میں آپ ﷺ نے تقریباً دس سے بیس دن تک قیام کیا۔ اس دوران آپ ﷺ نے بنو عمرو بن عمیر بن عوف کے تین سردار عبدیالیل، مسعود اور حبیب سے بھی ملاقات کی۔(۷۶) آپ ﷺ نے انہیں نہایت خوبصورتی کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی اور ان سے حمایت طلب کی مگر یہ تینوں افراد الٹے دماغ کے نکلے اور تینوں نے نہایت گستاخانہ جواب دیئے۔

آپ ﷺ کو ان کی باتیں سخت ناگوار گزریں مگر آپ نے نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ یہاں آپ ﷺ نے اپنی دعوتی حکمت و اسلوب کا استعمال کیا اور ان سے فرمایا کہ اگر تم میری بات کو سننا اور قبول کرنا نہیں چاہتے تو نہ کرو مگر یوں شورمت مچاؤ اور عام لوگوں میں نہ پھیلاؤ۔ مبادا کہ وہ بھی انکار کر دیں۔ آپ ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسرے لوگوں کو تبلیغ فرمانے کے ارادے سے اٹھے مگر ان تینوں اشخاص نے انتہائی شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہر کے اوباشوں اور آوارہ افراد کو آپ کو اذیت دینے پر لگا دیا اور آپ ﷺ کو پتھر برسا برسا کر زخمی کر دیا اور شہر بدر کر دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ انگوروں کے ایک باغ میں پناہ لی۔ اس کے بعد آپ ایک نہایت طویل اور تکلیف دہ سفر کر کے مطعم بن عدی کی پناہ پر مکہ میں داخل ہوئے۔(۷۷) اس موقع پر بھی آپ نے امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور فرمایا اے اللہ! مجھے امید ہے کہ ان کی نسلوں میں سے بعض افراد تجھ پر ایمان ضرور لائیں گے۔ آپ ﷺ کی یہ دعا یوں قبول ہوئی کہ برصغیر میں سب سے پہلے باقاعدہ اسلام کا پیغام لانے کا شرف محمد بن قاسم کو حاصل ہوا اور اس مہم کو روانہ کرنے والا حجاج بن یوسف تھا۔ اتفاق سے ان دونوں کا تعلق طائف کے اسی قبیلے بنو ثقیف سے تھا۔ اس بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کی اسی دعا کے صدقے ہی برصغیر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔

واقعہ طائف کے بعد آپ ﷺ نے دل شکستہ ہو کر بیٹھنے کی بجائے اور زیادہ جوش و جذبہ سے تبلیغ اسلام کی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ کیونکہ خدا کے اولوالعزم پیغمبر جو دنیا بھر کے خیر خواہ ہوتے ہیں، جب انسانیت کی فلاح و کامیابی کے لیے اٹھتے ہیں تو ان کی عزیمت و بصیرت، امید اور جذبہ ایک راستہ بند ہونے پر دوسرا راستہ نکال لیتی ہے۔ آپ ﷺ کی سچائی اور ثابت قدمی کے باعث اسی قبیلہ ثقیف کے افراد نے مدنی دور میں آپ کی صداقت اور وحدہ لاشریک کو تسلیم کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(ج) حرم کعبہ میں مجالس قریش کے ذریعے دعوت و تبلیغ

بزم آرائی ہر تہذیب کی ایک خوشنما روایت رہی ہے۔ چنانچہ عہد جاہلیت کے عرب بالخصوص قریش مکہ اس کے دلدادہ تھے۔ ہر قبیلہ اور ہر گھرانے کی اپنی اپنی چوپال ہوتی تھی جو ان کے ناموں سے موسوم ہوتی تھی۔ اس جگہ وہ صبح سویرے یا رات ڈھلے اپنی بزم آراستہ کرتے اور باہمی امور پر تبادلہ خیالات کرتے۔ دارالندوہ جو کہ قریش کا دارالمشورہ بھی تھا اسی مقام پر تھا۔ شعب ابی طالب میں محصوری کا معاہدہ اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش بھی انہی مجالس میں طے پائی تھی۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ

آپ ﷺ کی ولادت سے متصل زمانے میں تمام اکابر قریش خانہ کعبہ کے زیر سایہ اپنی اپنی مجالس جماتے تھے اور وہاں باہمی امور اور سماجی معاملات پر غور و خوض کرتے تھے۔ چنانچہ حلف الفضول جیسا اہم معاہدہ بھی انہی قریشی مجالس کے سامنے مظلوم زبیدی تاجر کی آہ و بکا اور فریاد و زاری سے ہوا تھا۔(۷۸) اس مقام پر ہونے والے امور بہت تیزی سے پورے علاقے میں پھیل جاتے تھے۔ قریش مکہ کی یہ مجالس روزانہ کی بنیادوں پر ہوتی تھیں اور اہل عرب کے ہاں ان مجالس کی بڑی اہمیت اور قدر و منزلت تھی۔

دعوت اسلامیہ کے علانیہ اظہار کیساتھ ہی مجالس قریش میں اسلام کے حوالے سے بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس کے اثرات بھی نمایاں ہونے لگے۔ آپ ﷺ نے ان مجالس کی تہذیبی اہمیت اور سماجی منزلت کے پیش نظر ان کو اپنی دعوت خیر و فلاح کے لیے باقاعدہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کے تیرہ سالہ قیام نبوی کے دوران قریشی مجالس میں نبی ﷺ کی شرکت کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قبول اسلام کے ذیل میں قریشی مجالس کا ذکر بڑی صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ جب شکار سے واپس آتے تو کعبہ کا طواف ضرور کرتے اور دوران طواف قریش کی جس مجلس سے گزرتے اس کے پاس ضرور ٹھہرتے اور ان کو سلام کرتے اور ان سے بات چیت کرتے۔ ایک دن ابوجہل نے آپ ﷺ کو سخت ایذا پہنچائی اور پھر کعبہ کے پاس مجلس قریش میں جا بیٹھا۔ حضرت حمزہؓ حسب معمول شکار سے واپس آئے تو طواف کیا اور مجلس قریش کے پاس ٹھہر کر سلام و کلام کیا اور جب واپس اپنے گھر کی طرف چلے تو عبداللہ بن جدعان کی کنیز نے آپ ﷺ کے ساتھ ابوجہل کی سخت کلامی کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت حمزہؓ مارے غصے کے پلٹے اور مسجد میں داخل ہو کر سیدھے اس مجلس میں گئے جہاں ابوجہل بیٹھا تھا اور اس کو زخمی کر دیا اور اسی حالت میں اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔(۷۹)

ابن ہشام نے مکی دور میں وفد نجران کی آمد اور رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے سلسلے میں قریش کی مجالس کا صریح ذکر کیا ہے۔ ان کے مطابق رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی قیام فرما تھے کہ نصاریٰ نجران کے بیس کے قریب نمائندے آپ ﷺ میں حاضر ہوئے کہ ان کو آپ کی خبر حبشہ میں ملی تھی وہ مکہ پہنچے تو مسجد حرام میں آپ کو دیکھا۔ وہ آپ سے ملے اور چند سوالات پوچھے۔ اس وقت قریش کے اکابر کعبہ کے گرد اپنی اپنی مجالس میں موجود تھے۔ اسی مجلس میں رسول ﷺ نے نصاریٰ نجران کو دعوت اسلام پیش کی اور وہ سب کے سب اسلام لے آئے۔ جب وہ واپس جانے لگے تو ابوجہل نے ان کو خاصا لعن طعن کیا۔(۸۰)

مجالس قریش کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں۔ خاص کر حضرت عمرؓ بن خطاب کے قبول اسلام کے بعد مسجد حرام میں مجلس نبوی کی ایک خاص جگہ مقرر ہو گئی تھی جو روزانہ ہوا کرتی تھی اور اس مجلس میں رسول اکرم ﷺ کے تمام اصحاب حسب توفیق و فرصت شریک ہو کر سعادت حاصل کرتے۔ اس دور میں جو مجالس خاص ہوتی تھیں وہ زیادہ تر مروہ کے قریب یا خانہ کعبہ کے قریب ہوتی تھیں۔ ان مجالس میں اکابر صحابہ جیسے ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ بھی شریک ہوتے تھے اور ضعیف و ناتواں صحابہ جیسے حضرت بلالؓ، صہیبؓ، ابوفکیہؓ وغیرہ بھی شامل ہوتے تھے۔ ان مجالس کا مثبت پہلو یہ تھا کہ ان میں بحث و مباحثہ کے ذریعہ دین کی سمجھ حاصل کی جاتی۔ نیز آپ ﷺ اپنی مجالس میں اکابرین قریش کو بھی شریک ہونے کی دعوت دیتے جسے وہ قبول بھی کر لیتے اور رد بھی کر دیتے۔ ان مجالس میں قریش کو شرکت کی دعوت دینے کا مقصد محض یہ نظر آتا ہے کہ باہمی مکالمے کو فروغ

دیا جائے اور دوسرے کو اپنی بات سمجھانے کے لیے پہلے اپنے قریب کیا جائے اور پھر اس کو دلائل سے قائل کیا جائے۔

خلاصہ بحث

- ★ دعوت محمدی ﷺ پر بالواسطہ طریقے سے اثر انداز ہونے والا پہلا اسلوب آپ ﷺ کا ذاتی اخلاق و کردار ہے۔ اگر پس پردہ دعوت کے ابتدائی تین سالوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جو لوگ رسول اللہ کے انتہائی قریب تھے اور جن کے ساتھ آپ ﷺ کا خصوصی تعلق تھا، آپ ﷺ نے جونہی ان کے سامنے دعوت حق کو پیش کیا انہوں نے اس کو قبول کیا۔ یہ افراد کسی بھی دوسری چیز سے کہیں زیادہ رسول اللہ کے حسن و کردار سے متاثر ہوئے اور اسی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہوئے۔
- ★ ابتدائی تین سالہ خفیہ دور میں آپ ﷺ نے تدریج سے کام لیا اور مدعوین کو برائیوں سے ایک دم بے دخل ہونے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ان سے عمل کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ برائیوں میں ڈوبے ہوئے افراد کو صرف اور صرف توحید و رسالت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی۔ یہ دعوت دینے کا نہایت موثر اسلوب ہے کیونکہ ایک انسان کو ان چیزوں اور برائیوں سے نکالنا جن میں وہ عرصے سے مبتلا ہو قدرے مشکل ہے۔ لیکن جب تدریجاً ذہن تیار کیا جائے اور پھر ایک وقت پر آ کر ان سے برائیوں کے ترک کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو اس میں دقت نہیں ہوتی۔
- ★ ایک اور اہم چیز اس دور کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ عدم تشدد کے اصول پر کاربند رہے۔ آپ ﷺ نے کفار کے مظالم اور استہزاء کو انتہائی حوصلے سے برداشت کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اپنی جماعت کی بھی اس اصول پر تربیت فرمائی۔ چنانچہ سخت ترین حالات میں بھی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت نے کسی قسم کے متشددانہ ردعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد جب مسلمان غالب ہوئے تو اس غلبہ کے باوجود ان میں کسی قسم کے بدلے کی کوئی خواہش موجود نہیں تھی۔ چنانچہ وہ قبائل جنہوں نے آپ ﷺ پر ظلم و ستم کیے تھے جب فتح مکہ کے بعد وفود کی شکل میں جوق در جوق حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جماعت نے انہیں گلے سے لگایا۔
- ★ مکی دور کے مطالعے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت دین کے لیے اپنے دور کے تمام ممکنہ وسائل استعمال کیے۔ مثلاً آپ ﷺ نے رکانہ نامی پہلوان سے دعوتی مقاصد کے پیش نظر کشتی کی، حالانکہ نبی کا کام کشتی کرنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح آپ ﷺ دعوتی مقاصد کے بازاروں اور میلوں میں شریک ہوئے، حالانکہ بازاروں اور میلوں کی لغویات سے آپ ﷺ متنفر تھے۔ ان مثالوں سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ ہم آج اپنے دور کے جدید وسائل کو بروئے کار لا کر دین کی دعوت کو عام کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) سورۃ المدثر، آیت: ۱۔۲

(۲) اگرچہ جمہور اس کے قائل ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا لیکن بعض محققین کی رائے اس کے برخلاف بھی ہے۔ چنانچہ ابن ہشام (متوفی: ۲۱۳ھ) کے مطابق حضرت علیؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ (ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، تحقیق عمر عبدالسلام تدمری، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۹۰ء، ج ۱، ص ۲۷۱)۔ تاہم ابن قیم (۶۹۱ھ۔۷۵۱ھ) کی رائے یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے ورقہ بن نوفل نے اسلام قبول کیا تھا۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، تحقیق: شعیب الارناؤط، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ج ۳، ص ۱۷)۔ اس حوالے سے ابن اثیر (۵۵۵ھ۔۶۳۰ھ) نے اپنی کتاب "الکامل" میں "ذکر الاختلاف فی اول من اسلم" کے عنوان سے باقاعدہ باب قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں بڑی عمدہ تحقیق پیش کی ہے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، اردن، بیت الافکار الدولیۃ، ج ۲، ص ۵۶)

(۳) الکردی، محمد بن الجانی، رفع الخفا شرح ذات الشفا، تحقیق: حمدی عبدالمجید السلفی، بیروت، عالم الکتب، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۲۶

(۴) سورۃ الاعراف، آیت: ۴۳

(۵) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار الفکر، ۲۰۰۳ء، رقم الحدیث: ۳۸۷۸؛ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، تحقیق: ابوصہیب الکرمی، اردن، بیت الافکار الدولیۃ، ص ۳۱۶

(۶) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے تک آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ جن کی تعداد کم و بیش چالیس کے آس پاس تھی اسی مکان میں جمع ہوتے تھے مگر حضرت عمرؓ کے اسلام لے آنے کے بعد جہاں چاہتے جمع ہوتے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: کاندھلوی، محمد ادریس، سیرت مصطفیٰ، کراچی، کتب خانہ مظہری، ج ۱، ص ۱۶۵)

(۷) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۱۱

(۸) سورۃ الاعراف، آیت: ۱۵۸

(۹) سورۃ الشعراء، آیت: ۲۱۴۔۲۱۵

(۱۰) ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۳۰۰

(۱۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، رقم الحدیث: ۴۷۸۸

(۱۲) سورۃ النساء، آیت: ۱

(۱۳) القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت، دار الفکر، ۲۰۰۳ء، رقم الحدیث: ۳۴۳

(۱۴) الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، ص ۳۱۶

(۱۵) الحلبی، علی بن برہان الدین، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، مصر، مطبعۃ الازہریۃ، ۱۹۳۲ء، ج ۱، ص ۳۳۷

(۱۶) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، تحقیق: حسان عبدالمنان، اردن، بیت الافکار الدولیۃ، ۲۰۰۴ء، ص ۳۸۴۔ یہی وہ مجلس تھی جہاں حضرت علیؓ نے سب کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان فرمایا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر فقط دس سال تھی۔

(۱۷) سورۃ الحجر، آیت ۹۴

(۱۸) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۴۷۷۰

(۱۹) امام مسلم (۲۰۴ھ۔۲۶۱ھ) نے صحیح مسلم (کتاب الجہاد، ص ۹۰۸۔۹۰۷) میں "ما لقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین" کے عنوان سے باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے اور اس میں متعدد احادیث آپ کو تکلیف دینے اور مذاق اڑانے والوں کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ محمد بن سعد (۱۶۸ھ۔۲۳۰ھ) نے نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے اور ہر وقت تنگ کرنے والے تیس اشخاص کی فہرست دی ہے جبکہ ابن خلدون (۷۳۲ھ۔۸۰۸ھ)

نے ایسے بائیس افراد کی فہرست پیش کی ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو: محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، تحقیق: علی محمد عمر، قاہرہ، مکتبۃ الخانجی، ۲۰۰۱ء، ج ۱، ص ۱۷۰؛ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، تحقیق: ابو صہیب الکرمی، اردن، بیت الافکار الدولیۃ، ص ۳۶۲

(۴۰) العامری، یحییٰ بن ابی بکر، بہجۃ المحافل وبغیۃ الاماثل، بیروت، دار صادر، ج ۱، ص ۳۸

(۴۱) حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر عقبہ بن معیط کو زور سے دھکا دے کر آپ ﷺ کی جان بچائی اور یہ آیت پڑھی: "أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله" (سورۃ المؤمن، آیت: ۲۸) "کیا تم اس مرد کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے"۔ تفصیل ملاحظہ ہو: البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۳۶۷۸؛ التمیمی، احمد بن علی، مسند ابی یعلیٰ، تحقیق: حسین سلیم اسد، دمشق، دار المامون للتراث، ۱۹۸۹ء، ص ۵۲

(۴۲) ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۹

(۴۳) السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، تاریخ الخلفاء، قطر، وزارۃ الاوقاف و الشئون الاسلامیۃ، ۲۰۱۳ء، ص ۱۱۳۔۱۱۴

(۴۴) محمود شاکر، التاریخ الاسلامی، بیروت، المکتب الاسلامی، ۲۰۰۰ء، ج ۳، ص ۲۱۳

(۴۵) کاندھلوی، محمد ادریس، سیرت مصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۶۲

(۴۶) القرطبی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، تحقیق: عادل مرشد، اردن، دار الاعلام، ۲۰۰۲ء، ص ۶۹۹

(۴۷) ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، بیروت، دار ابن حزم، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۹

(۴۸) مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۱۲۹

(۴۹) منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، فیصل آباد، مرکز الحرمین الاسلامی، ۲۰۰۷ء، ج ۱، ص ۸۳

(۵۰) شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، کراچی، ادارہ اسلامیات، ج ۱، ص ۱۵۸

(۵۱) ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۳۲۱

(۵۲) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، بیروت، دار الفکر، رقم الحدیث: ۳۷۰۳

(۵۳) بلاذری کے اپنے الفاظ یوں ہیں: "ما عمل ابو بكر بدعوته للنبي سرا، وكان سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل على مثل ذلك، وكان عثمان على مثل ذلك، وكان عمر يدعو علانية، وكان حمزة بن عبد المطلب كذلك۔" (تفصیل ملاحظہ ہو: البلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، تحقیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مصر، دار المعارف، ج ۱، ص ۱۴۳)

(۵۴) ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ص ۹۰۰

(۵۵) پہلی ہجرت حبشہ کے مہاجرین کی تعداد اور تعیین میں کسی قدر اختلاف ہے۔ ابن ہشام کے مطابق دس مرد تھے اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں وہ یقین سے کہتے ہیں کہ پہلی ہجرت حبشہ میں شامل نہیں تھے بلکہ ہجرت ثانیہ میں تھے۔ واقدی نے گیارہ مردوں کا ذکر کیا ہے مگر فہرست میں بارہ نام دیے ہیں۔ اس سلسلے میں واقدی سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ اس نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھی فہرست میں شامل کیا ہے، جو قطعی درست نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں اور امام زرقانی نے "شرح المواہب اللدنیہ" میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ابن ہشام اور ابن سعد نے اس ہجرت میں شامل صحابہ کرامؓ کے ناموں کی فہرست بھی دی ہے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۳۵۷۔۳۶۹؛ محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ج ۱، ص ۱۷۳)

(۵۶) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳، ص ۲۷

(۵۷) سورۃ یٰسین، آیت: ۱۶۔۱۷

(۵۸) اہل قریش نے آپ ﷺ پر دباؤ ڈالنے کے لیے ابو طالب کے پاس جو وفود بھیجے ان کی تعداد میں محققین کے ہاں اختلاف ہے تاہم اس بات پر سب

مشتعل ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب اپنے بھتیجے کو سمجھائیں۔ ابوطالب نے جب اس سلسلے میں آپ سے بات کی تو آپ ﷺ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمائے: یا عم! واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ" (تفصیل ملاحظہ ہو: ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۲۹۹)

(۳۹) الیرموسوی، محمد بن علی، اوضح ... تحقیق: المہدی عبدالرحیم، بیروت، دار ... الاسلامی، ۲۰۰۶ء، ص ۵۵۵

(۴۰) شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۲۰۳

(۴۱) الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، لاہور، ضیاء القرآن پبلشرز، ۱۴۲۰ھ، ج ۲، ص ۲۵۶

(۴۲) نثیین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش (رسول نمبر)، ج ۵، شمارہ ۱۳۰، ص ۴۸۷

(۴۳) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ص ۳۲۹

(۴۴) سورۃ الانعام آیت: ۱۵۱

(۴۵) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ص ۳۲۹

(۴۶) یاقوت حموی، معجم البلدان، بیروت، دار صادر، ۱۹۷۷ء، ج ۴، ص ۳۴۸

(۴۷) نثیین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش (رسول نمبر)، ج ۵، شمارہ ۱۳۰، ص ۵۱۸

(۴۸) محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ج ۱، ص ۲۴۳

(۴۹) سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۲۰۴

(۵۰) منصورپوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص ۷۳

(۵۱) یہ عامر بن طفیل وہی ہے جس نے بئر معونہ کے مقام پر ستر صحابہ کرام کو مکاری سے شہید کرایا تھا جبکہ اربد بن قیس حضرت لبید بن ربیعہ کا اخیافی بھائی تھا۔ ان دونوں سرداروں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش بھی کی تھی۔ طبری نے لکھا ہے کہ عامر بن طفیل طاعون کے مرض میں مبتلا ہوا اور اس کے گلے میں گلٹی نکل آئی اور اسی مرض نے اس کی جان لے لی جبکہ اربد بن قیس تجارتی سفر پر روانہ ہوا تو آسمانی بجلی نے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، ص ۳۲۶)

(۵۲) محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ج ۱، ص ۳۲۹

(۵۳) ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۲۱۸

(۵۴) نثیین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش (رسول نمبر)، ج ۵، شمارہ ۱۳۰، ص ۵۱۲

(۵۵) محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ج ۱، ص ۳۵۶_۳۲۵

(۵۶) خلوف، ابراہیم حسن، وفود المہتدین الی خاتم النبیین والمرسلین ﷺ، الجیزہ، دار الامین، ۱۹۹۳ء، ص ۱۷

(۵۷) محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ج ۱، ص ۲۸۱

(۵۸) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳، ص ۶۳۷_۶۳۶

(۵۹) ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۹۷_۹۹

(۶۰) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ص ۳۲۹

(۶۱) محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ج ۱، ص ۲۵۶

(۶۲) زید بن عبدالکریم، فقہ السیرۃ، ریاض، دار التدمریۃ، ۱۴۲۸ھ، ص ۲۷۰

(۶۳) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ۳، ص ۵۷۱

(۶۴) محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۵۷

(۶۵) بغدادی، محمد بن حبیب، کتاب المحبر، بیروت، منشورات المکتب التجاری للطباعۃ والنشر والتوزیع، ص ۴۸

(۶۶) محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۶۶۔۲۶۵

(۶۷) بغدادی نے ان مشہور میلوں اور بازاروں کے علاوہ عرب کے مزید کئی میلوں کی تفصیلات بھی فراہم کی ہیں۔ مثلاً "مشقر" کا میلہ" جو مقام ہجر میں جمادی الآخر میں لگتا تھا۔ "صحار کا میلہ" جو عمان میں لگتا تھا اور یکم رجب سے پانچ رجب تک رہتا تھا۔ "دبا کا میلہ" رجب کی آخری تاریخ کو شروع ہوتا تھا۔ "شحر کا میلہ" شعبان کے وسط میں لگتا تھا۔ "عدن کا میلہ" رمضان کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک رہتا تھا۔ "صنعا کا میلہ" وسط شعبان میں لگتا تھا۔ "رابیہ کا میلہ" حضرموت میں ذی قعدہ کے وسط سے شروع ہو کر آخر ماہ تک رہتا تھا۔ "نطاۃ کا میلہ" خیبر میں اور "حجر کا میلہ" یمامہ میں محرم کی دسویں تاریخ سے آخر ماہ تک رہتا تھا۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: بغدادی، محمد بن حبیب، کتاب المحبر، ص ۲۶۷۔۲۶۳)

(۶۸) محققین کے ایک بڑے طبقے کی رائے یہی ہے کہ "عکاظ" کا میلہ ذی قعدہ کے مہینے میں منعقد ہوتا تھا۔ (ملاحظہ ہو: عرفان محمد حمور، اسواق عکاظ والمواسم الحج، بیروت، مؤسسۃ الرحاب، ۲۰۰۰ء، ص ۵۶)۔ لیکن یاقوت حموی نے واقدی کی ایک شاذ روایت نقل کی ہے جس کے مطابق "وکانت العرب تقیم بسوق عکاظ شہر شوال"۔ (یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۴، ص ۱۴۲)

(۶۹) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ص ۳۴۷

(۷۰) یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۵، ص ۵۹

(۷۱) محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۸۲

(۷۲) بغدادی، محمد بن حبیب، کتاب المحبر، ص ۲۶۷

(۷۳) اس حدیث کو محمد بن یوسف شامی نے امام احمد اور امام بیہقی سے روایت کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ ان بزرگوں کو "ابوجہل" کا وہم لگا ہے۔ اصل میں تکذیب کرنے والا وہ شخص ابوجہل نہیں بلکہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب تھا۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: الشامی، محمد بن یوسف، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد، مصر، احیاء التراث الاسلامی، ۱۹۹۷ء، ج ۲، ص ۵۹۵)

(۷۴) القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۹۵

(۷۵) یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۴، ص ۹

(۷۶) ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۶۷

(۷۷) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ص ۳۴۶

(۷۸) الوسی، محمود شکری، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، تحقیق: محمد بہجۃ الاثری، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ص ۲۷۵

(۷۹) ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۳۴۲۔۳۴۱

(۸۰) کتب سیرت میں نجران کے دو وفود کا ذکر ملتا ہے۔ پہلا وفد ہجرت حبشہ کے بعد کسی وقت آیا تھا اور اس میں بیس افراد تھے جو سب کے سب مسلمان ہو گئے تھے۔ (ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۳۲) جبکہ دوسرا وفد مدنی دور میں آیا جو ساٹھ نفوس پر مشتمل تھا۔ اسی وفد کو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی تھی۔ ابن ہشام نے اس وفد کے چودہ اشخاص کے نام بھی ذکر کیے ہیں۔ (ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۴۱۶)